© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

عتیق الرحمٰن عثمانی

افسوس ہے کہ مخدومی جناب مولوی محمد عبد الرحمٰن خاں صاحب صدر حیدرآباد اکاڈمی کی رحلت پر یہ کلماتِ تعزیت بہت تاخیر سے پیش کئے جا رہے ہیں۔ مرحوم اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل، علومِ جدیدہ کے محقق، ماہرِ فلکیات اور بہت سی قابلِ قدر انگریزی اور اردو کتابوں کے مصنف تھے۔ ندوۃ المصنفین سے نہایت گہرا اور مخلصانہ ربط و تعلق رکھتے تھے اور ہمیشہ اپنے قیمتی مشورں سے نوازتے رہتے تھے۔ سنہ ۱۹۴۴ء میں ادارے کے تعارف اور اس کے حلقوں کی توسیع کے سلسلہ میں حیدرآباد جانا ہوا تو جن بزرگوں نے اس خدمت میں بیش از بیش حصہ لیا تھا اُن میں مرحوم کا نام سرِفہرست تھا، اس کے علاوہ انھوں نے اپنی بعض گراں قدر تالیفات کے مسودے بھی کسی معاوضے کے بغیر "ندوۃ المصنفین" کے حوالے کر دیئے، چنانچہ "قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی خدمات" "تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر" اور "تحفۃ النظّار" (خلاصہ سفرنامہ ابن بطوطہ) جو مرحوم کی نہایت مفید، تحقیقی اور اہم تالیفات ہیں اسی ادارے سے شائع ہوئی ہیں۔

اس صدی کے شروع میں "جامعہ عثمانیہ" کے قیام کا جو خواب دکن کے اربابِ علم و فضل نے دیکھا تھا اس کی تعبیر میں جتنا عملی حصہ خاں صاحب مرحوم کا تھا کسی دوسرے کا کم ہی ہوگا۔ مرحوم کم و بیش پچیس سال تک اس عظیم الشان ادارے کے نہ صرف صدر رہے بلکہ اپنے خلوص، محنت و دیانت، عزم و ہمت اور بے پناہ جذبۂ عمل سے اس میں زندگی کی رُوح پھونک دی، پھر وہ وقت بھی آیا کہ جامعہ کے تمام قدیم و جدید شعبوں میں اُردو کو ذریعۂ تعلیم بنانے والا یہ فاضلِ اجل حیدرآباد کے جاگیردارانہ نظام کی سازشوں کا شکار ہو کر گوشہ نشین ہو گیا اور رفتہ رفتہ اس کے کارنامے طاقِ نسیاں کی نذر ہو گئے۔ مگر گردشِ لیل و نہار کی ستم ظریفی بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ۱۹۴۸ء کے انقلاب کی آندھی اپنی تمام ہلاکت خیزیوں کے ساتھ آئی اور جامعہ عثمانیہ کی تمام بنیادیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خصوصیتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئی، اے انقلاب! خاں صاحب مرحوم اگرچہ آج ہم میں نہیں ہیں اور جامعہ عثمانیہ بھی اپنی خصوصیات کے اعتبار سے مرحوم ہو چکی ہے مگر اُن کے شاندار تعمیری کارنامے جو انھوں نے اپنے سیکڑوں شاگردوں اور فیض پانے والے اصحابِ علم کی ذہنی اور دماغی تربیت کے لئے انجام دیئے ہیں عبرت کدۂ دکن کی لوح پر ہمیشہ ثبت رہیں گے اور زمانے کا کوئی انقلاب اُن کو مٹا نہیں سکے گا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

اسی طرح کا دوسرا حادثہ نواب مقصود جنگ مولانا حکیم مقصود علی خاں صاحب کا پیش آیا، مرحوم ایک طبیب حاذق ممتاز عالمِ دین اور بہترین خطیب مقرر تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ حیدرآباد میں بسر کیا اور کوئی شبہ نہیں کہ بڑی شان سے بسر کیا، ہوش مندی، معاملہ فہمی، صاف گوئی، جرأتِ حق اور پاسِ وضع میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، نظام دکن کے طبیبِ خصوصی اور مصاحبِ خاص ہونے کے باوجود حیدرآباد کی عوامی زندگی میں بھی پوری طرح دخیل تھے، ہر اجتماعی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور ہر طبقے میں اُن کی رائے کا وزن محسوس کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ ریاست کے ختم ہونے کے بعد بھی اُن کے مقامِ عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا، عمر بھر طبِ یونانی کی بے لوث خدمت کرتے رہے، جہاں تک دکن کا تعلق ہے سچ تو یہ ہے اُن کی سرگرمیوں سے اس فن کے تنِ بے جان میں روحِ تازہ آگئی تھی، حیدرآباد کا طبیہ کالج اور انجمن اسلامیہ اُن کی زندگی کے شاندار تعمیری کارنامے ہیں اور جب تک یہ ادارے قائم ہیں اُن کے جذبۂ خدمتِ خلق پر گواہی دیتے رہیں گے "دارالعلوم دیوبند" "جمعیۃ علماء ہند" اور "ندوۃ المصنفین" سے بھی ربطِ خاص رکھتے تھے، پیرانہ سالی، ضعیفی اور معذوری کے باوجود طویل سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے تھے اور دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کی کارروائیوں میں جوانوں کی طرح حصہ لیتے تھے اور اُن کے تجربے، خلوص اور حسنِ تدبّر سے بہت سے نازک اور اُلجھے ہوئے مسئلوں میں مدد ملتی تھی۔

۱۹۵۰ء میں حیدرآباد میں جمعیۃ علماء ہند کا جو تاریخی اجلاس ہوا تھا اس کی کامیابی مرحوم ہی کی جدوجہد اور اثر و رسوخ کی رہینِ منت تھی، صدر استقبالیہ کی حیثیت سے مرحوم نے اس اجتماع میں جو خطبہ پڑھا تھا اُس سے ان کے علمی پایہ اور سیاسی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

راسخ العقیدہ قدیم عالم دین ہونے کے باوجود وقت کے تقاضوں کو بھی خوب پہچانتے تھے۔ یہی وجہ ہے "ندوۃ المصنفین" کی خدمات کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے اور شوق و ذوق سے اس کی خدمت کرتے تھے۔ اب سے اٹھارہ سال پہلے ادارے کے کام کے سلسلے میں حیدرآباد جانا ہوا تو حکیم صاحب مرحوم نے بڑی محبت و شفقت سے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ جگہ جگہ خود تشریف لے جاتے تھے اور ادارے کے مقاصد کی اہمیت واضح کرتے تھے، اس زمانے کے اسٹیٹ کے وزیر اعظم نواب صاحب چھتاری اور فائنانس منسٹر غلام محمد صاحب مرحوم ہی کے واسطے سے تفصیلی ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مراتب بلند فرمائے۔ اب اس وضع و انداز کے بزرگوں کو آنکھیں ڈھونڈتی ہی رہیں گی۔

مونٹ ریل سے مولانا سعید احمد کا جو تازہ مکتوب راقم الحروف کے نام آیا ہے اگرچہ وہ نجی ہے مگر اس کا ایک ٹکڑا اس لئے شائع کیا جا رہا ہے کہ قارئینِ بُرہان کا ربط مولانا سے اسی طرح قائم رہے اور مولانا اُن کے ذائقہ کو بدلنے کی کوشش نہ فرمائیں۔

ابھی آپ کا خط ملا۔ علالت کا حال معلوم ہو کر بڑی تشویش ہوگئی۔ میں نے آپ سے وہاں بھی کہا تھا اور اب پھر میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ تمام کام چھوڑ کر مقدم یہ ہے کہ آپ آل انڈیا میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں اپنا مکمل میڈیکل امتحان کرائیے اور پھر جو کچھ وہ لوگ کہیں اس پر عمل کیجئے اس کے بعد نینی تال وغیرہ کا قصد کرنا مفید ہوگا۔ خدا کے فضل و کرم سے آپ کے قویٰ بہت اچھے ہیں، کثرتِ کار، ہجومِ مشاغل اور آلام روزگار کی وجہ سے صحت کے نظام میں جہاں کہیں خرابی آگئی ہوگی میڈیکل امتحان سے اس کا سراغ مل جائے گا اور اس کی دیکھ بھال شروع بھی ہو کر لی جائے گی تو مکمل اطمینان ہو جائے گا۔ بھائی حفظ الرحمٰن اسی بے پروائی کا شکار ہوگئے۔ اسے بہت ضروری سمجھئے اور فوراً امتحان کرائیے خودکشی بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ بہرحال حرام ہے۔ مجھکو تو واقعہ یہ ہے یہاں آکر پتہ چلا کہ صحت، حسن اور جوانی کیا چیز ہے۔ جسے دیکھئے سرخ و سفید، شگفتہ و شاداب، تندرست و توانا، آب و ہوا بہترین، غذائیں اعلیٰ اور خالص، نہ مچھر نہ مکھی نہ مٹی نہ دھواں نہ گرد و غبار نہ کہیں غلاظت نہ گندگی، ہر چیز ٹپ ٹاپ اور صاف ستھری، زندگی کا معیار اتنا اونچا ہے کہ یونیورسٹی کا ایک ایک طالب علم بھی اپنے کمرہ میں ٹیلیفون، ریڈیو سٹ، ریفریجریٹر، برقی چولھے، ہیٹر اور صوفہ سٹ رکھتا ہے اور اس کے غسل خانہ میں بیک وقت سرد و گرم پانی کے نل ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی کاروں کا کوئی حد و حساب اور شمار ہی نہیں ہے۔ چپراسی، بہرا، خانساماں اور مزدور و قلی کا کہیں وجود نہیں ہر شخص اپنا کام خود کرتا ہے، یونیورسٹی میں چائے کی ایک پیالی بھی درکار ہوتی ہے تو بڑے سے بڑا پروفیسر خود کھانے کے کمرہ میں جا کر چائے بنائے گا اور خود پیالی دھو دھا اور کپڑے سے پونچھ کر الماری میں رکھیگا۔

حکیم محمد اسماعیل صاحب کے انتقال کی خبر سے بڑا صدمہ ہوا، مرحوم نے بڑی تکالیف اٹھائیں، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ میرا یہاں کام ۱۵ اپریل تک ختم ہو جائے گا، اس طرح خدا نے چاہا تھا تو اپریل ۶۴ء کے آخری یا مئی کے پہلے ہفتہ میں واپس پہونچ جاؤں گا۔ انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری بڑی شاندار ہے۔ صرف اسلامیات پر اور وہ بھی صرف مطبوعہ کتابیں بیس ہزار سے زیادہ ہیں اور تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ علی گڑھ میں میرا مطالعہ بہت کم رہ گیا تھا۔ اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر مختلف فنون کا مطالعہ خوب کر رہا ہوں۔ یہاں بڑی بات یہ ہو کہ آپ کتنا ہی کام کر لیجئے تھکن بالکل نہیں ہوتی اور نہ جی گھبراتا ہے اس لئے اس زمانہ میں کتاب تو کوئی نہ لکھی جا سکے گی۔ البتہ کئی کتابوں کا مواد جمع ہو جائے گا اور اس